ان کے علاوہ ہندوستانی غیر مسلموں نے بھی قرآن پر اپنی بہترین آرار کا اظہار کیا ہے۔ بالخصوص لیڈر ہند مہاتما گاندھی اور انکے صاحبزادے مسٹر دیوی داس گاندھی نے اکثر قرآن کریم کی عظیم الشان روحانیت کا اقرار کرتے ہوئے اسکے متعلق بہترین معتقدانہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں جو ملک کے اخبار بین طبقہ سے پوشیدہ نہیں۔ الغرض دنیا میں قرآن ہی وہ الہامی کتاب ہے جسکی اتباع حقیقی ہدایت کا سرچشمہ ہے اور بجا طور پر اس لائق ہے کہ اس پر اعلیٰ سے اعلیٰ خیالات اور عملی تعلق کا اظہار کیا جائے۔ (ایڈیٹر)

قرآن حکیم اور فطری تعلیم

(از مولوی ذکر اللہ صاحب ابن مولانا عبد الغفور صاحب مدرس دار الحدیث رحمانیہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کا جوہر عطا فرمایا ہے اور یہ وہی ایک چیز ہے جسکی وجہ سے انتم الاعلون اور ولقد کرمنا بنی ادم جیسے باعزت لفظوں سے اسے یاد کیا گیا ہے مبدأ فیاض سے ہمیں یہ جوہر اسلئے نہیں عطا ہوا کہ اسے بیکار اور معطل چھوڑ دیا جائے بلکہ اس سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے فلینظر الانسان مم خلق انسان اپنی پیدائش پر نظر ڈالے۔ افلا یتدبرون القرآن۔ انسان قرآن پاک میں غور وفکر کرے وفی انفسکم افلا تبصرون انسانو! تم اپنے اعضاء بدنی کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھو غرض یہ کہ متعدد آیات قرآنیہ ایسی موجود ہیں جن میں غور وفکر کی تلقین کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ انسان کو اپنے جوہر عقل سے کام لینا چاہئے اس سے غفلت کرنا اور لکیر کا فقیر بنا رہنا نادان اور نافرمانوں کا رویہ ہے مذکور ہوتا ہے انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی اثارهم مقتدون نافرمان کہتے ہیں ہم اسی طریقہ کی تقلید و پیروی کرینگے جسپر ہم نے اپنے آبا و اجداد کو پایا ہے۔

ناظرین بے نقاب حقیقت ہے کہ ایسی کورانہ تقلید انسانی جوہر کو معطل اور بیکار محض کر دیتی ہے پھر ایک بلند پایہ انسان اور ذلیل تر حیوان میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

اس نکتہ پر نگاہ رکھتے ہوئے جب ہم غور وفکر کرتے ہیں اور بحر تحقیق میں غوطہ زن ہو کر اسکی آخری گہرائی تک پہونچتے ہیں تو حقیقت حال منکشف ہو جاتی ہے اور انتہائی بصیرت کے ساتھ دل بیساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام بلاشبہ سچا اور خدائی مذہب اسلام ہے۔ جس کی الہامی کتاب قرآن حکیم فطری تعلیمات سے لبریز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ہر طرح فطرت کی طرف رہنمائی کرتا ہے ارشاد ہے فاقم وجهك للدين حنيفا فطرة الله التي فطر الناس عليها ہر طرف سے منہ پھیر کر دین کی طرف کر لو یہ وہ فطرت ہے جس پر انسان مجبول ہوا ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ مذاہب عالم پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ ادیان عالم پر دین اسلام کو فوقیت حاصل ہے اس مذہب سے ہمیں اون امور کی ہدایت ہوتی ہے جو ہمیں فطرتاً پیش آتے ہیں۔ دنیاوی وجود میں بنی نوع انسان پر سب سے پہلا اور بڑا احسان خدا کا ہے سو دہریہ کے علاوہ تمام فرقوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارا خالق خدا ہے سب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر اسکا بیشمار احسان ہے کیا یہ کھلی حقیقت نہیں کہ شکم مادری میں خدا نے روح ڈالکر غذا کا معقول انتظام کر دیا جہاں کسی انسانی تدبیر کا کوئی دخل نہیں۔ کیا یہ واضح امر نہیں کہ وجود میں آنیکے بعد اسکے ان گنت احسانات ہوتے رہتے ہیں بالکل درست ہے

جسکا انکار کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ بنا بریں کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا سب سے پہلا اور بڑا تعلق خدا سے ہے اسکے بعد بتدریج ماں باپ بھائی بہن و دیگر عزیز و اقارب سے عقل و سمجھ سے کام لینے والا انسان یقین کر لیگا کہ یہ تعلقات وہ ہیں جو بالکل فطری ہیں۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ ایک بے مثل محسن کے احسانات کی قدر کی جائے اسکے سامنے سر نیاز خم کر دیا جائے۔ فطرت چاہتی ہے کہ ہر طرح تکلیف اٹھا کر راحت پہونچانیوالے ماں باپ کا احترام کیا جائے۔ بہن بھائی کی محبت کا تعلق محض فطرت کے طور پر واقع ہے اسی طرح اگر بالائی تعلقات پر نظر ڈالی جائے تو بہت سے تعلقات ایسے ملیں گے جو محض فطری جذبات سے پیدا ہوتے نظر آئیں گے۔ زن و شوئی کا تعلق دیکھئے کتنے جذبے سے پیدا ہوتا ہے نر و مادہ کا تعلق محض فطری ہے۔ فطری کشش ہے کہ مرد عورت کا خواستگار ہے اور عورت مرد کی طالب۔ ایک پڑوسی کے ساتھ آدمی جتنا مانوس ہو سکتا ہے دیگر بنی نوع سے نہیں۔ غور کیجئے جب انسان اپنے امور کے انجام دینے سے عاجز ہو جاتا ہے تو طبعاً دیگر لوگوں کے تعلقات کا محتاج ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی ساتھ دے اسلئے یہ تعلقات بھی طبعی تقاضے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ ایک افسر ہو تو دوسرا ماتحت ایک مخدوم ہو تو دوسرا خادم ایک حاکم ہو تو دوسرا محکوم۔ خلاصہ یہ کہ انسان کے فطری تعلقات مختلف قسم کے واقع ہیں کوئی انسان ان تعلقات سے انکار نہیں کر سکتا ہے اور نہ انکے حقوق ہی سے منکر ہو سکتا ہے چونکہ قرآن ان فطری امور کی تعلیم دیتا ہے اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ قرآنی تعلیم فطرت کے خلاف نہیں۔ اس تمہید و دعوی کے بعد میں چاہتا ہوں کہ ناظرین کرام کے سامنے بطور نمونہ کے کچھ قرآنی تعلیمات رکھوں تاکہ بات سامنا اور واضح ہو جائے۔

عـ۱ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ فطرت انسانی چاہتی ہے کہ خالق مالک بے مثل محسن خدا کے سامنے سر نیاز خم ہو اسکے متعلق قرآن کہتا ہے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم الایۃ۔ اے انسانو! تم اوس پروردگار کی عبادت کرو اسی کے سامنے سر نیاز خم کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے اسی طرح خدا کے وجود اور اسکی قدرت وغیرہ کی نسبت قرآنی تعلیمات بیشمار موجود ہیں جو طوالت کے خوف سے نہیں لکھے گئے۔

عـ۲ فطرت انسانیہ کا تقاضا ہے کہ ماں باپ کا احترام کیا جائے اور ہر طرح ان کو خوش رکھنے کی سعی کی جائے۔ اسکے متعلق قرآن تعلیم دیتا ہے۔ وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا۔ یعنی خدا کا حکم ہے کہ تم اسکی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرتے رہو اگر تمہاری موجودگی میں دونوں یا ایک بڑھاپے کو پہونچے تو تم انکی خدمت کرتے رہنا اور کبھی اُف بھی نہ کرنا نہ انہیں جھڑکی دینا بلکہ انسے رحم و کرم کرتے ہوئے نرم بات بولنا اور ہمیشہ عاجزی اور ادب سے پیش آنا ان کے حق میں ہمیشہ دعا کرتے رہنا کہ خدایا جسطرح انہوں نے بچپنے میں میری پرورش کی ہے تو بھی ان پر رحم و کرم فرما۔

عـ۳ عزیز و اقارب کی نسبت قرآنی تعلیم ہے وآت ذا القربی حقہ یعنی قرابت داروں کے حقوق ادا کرتے رہو۔ انہیں میں بہن، بھائی وغیرہ کے حقوق بھی آگئے جن کی پوری تفصیل میں آیات میراث واضح طور سے موجود ہیں۔

عـ۴ نر و مادہ کی باہمی کشش کا تقاضا ہے کہ اسکی نسبت بھی راہنمائی کیجائے لیکن اسطرح پر کہ کوئی فطرت غیرت اسکے مزاحم نہ ہو۔ کس انسان کی فطری کشش اُسے آمادہ کریگی کہ وہ اپنی بہن ماں بیٹی سے اپنے حقوق ملاپ کو پورا کرے۔ پس سخت ضرورت ہے کہ فطرت

ملاپ اور فطرت غیرت دونوں کی مراعات کا لحاظ رکھتے ہوئے وہ راہنمائی کی جائے کہ باہمی مزاحمت نہ ہو۔ قربان جائیے قرآنی تعلیم پر کیسی عمدہ اور صاف تعلیم دیتا ہے۔ لا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا ۔ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامہاتکم اللتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ وامہات نسائکم وربائبکم اللتی فی حجورکم من نسائکم اللتی دخلتم بہن فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ان اللہ کان غفورا رحیما ۔ والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم کتاب اللہ علیکم واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیکم رحیما ۔

تمہارے باپ دادا نے جن عورتوں سے نکاح کر لیا ہے ان سے تم نکاح نہ کرنا (یعنی سوتیلی مائیں اور دادیاں حرام ہیں) البتہ اسلام سے پیشتر جو باتیں ہوئیں ہوئیں ۔ یہ بہت بڑی بےحیائی اور غضب کی بات اور برا راستہ ہے ۔ انکے سوا تمہاری سگی مائیں ۔ بہنیں ۔ بیٹیاں ۔ پھوپھیاں ۔ خالائیں بھتیجیاں ۔ بھانجیاں ۔ رضاعی مائیں ۔ رضاعی بہنیں ۔ تمہاری ساسیں ۔ جن بیویوں سے تم مل چکے ان کی دوسرے شوہر کی لڑکیاں ۔ تمہارے صلبی لڑکوں کی بیویاں یعنی بہوویں اور ایک وقت ساتھ دو بہنوں کو نکاح میں لانا یہ سب حرام ہیں مگر جو پہلے ہوا سو ہوا بیشک اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے (سنو!) خاوند والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں سوائے ان عورتوں کے جو جنگ میں قید ہو کر تمہاری لونڈیاں بن چکی ہیں ۔ تم کو اللہ کا حکم ہے کہ مذکورہ بالا عورتوں کے سوا دیگر عورتوں سے زیور لباس مہر مال وغیرہ دیکر شادی کرو مگر اس نیت سے کہ بھلے مانسوں کی طرح گھرباری بننے کو نہ جوانی کی مستی نکالنے کو پس جتنے مال کے عوض تم نے ان عورتوں سے لطف صحبت اٹھایا ہے وہ مقررہ عوض انکو دیدیا کرو البتہ باہمی رضامندی کے بعد کمی بیشی پر کوئی حرج نہیں ۔ بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے ۔

۵ پڑوسی وغیرہ کی نسبت قرآن کی کیسی پاکیزہ تعلیم ہے ۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا ۔ اللہ کی عبادت کرو اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو ۔ قرابت داروں ، یتیموں ، مسکینوں قریبی پڑوسیوں ، دور کے ہمسایوں ، ساتھ بیٹھنے والوں ، مسافروں ، اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو ۔ یاد رکھو تکبر اور گھمنڈ کرنے والے خدا کو نہیں بھاتے ۔

اس آیت کے اندر جن تعلقات کی نسبت احکام صادر کئے گئے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک عقلمند انسان کی فطرت انکی متقاضی ہے ، ایک اجنبی شخص کا ہمارا ساتھ ہوتا ہے تعارف ہوتا ہے ۔ باتیں ہوتی ہیں یقیناً فطرت مجبور کرتی ہے کہ میں اسکی طرف دیگر لوگوں سے زیادہ متوجہ ہو جاؤں ۔ ایک مسافر جو اپنا گھر بار آل و اولاد چھوڑ کر غیر کے پاس پہونچتا ہے ایک دور اندیش شخص کی طبیعت اسکی طرف متوجہ ہو جاتی ہے ۔ اپنے نوکر چاکر خادم سے فطرتاً جو لگاؤ ہوتا ہے وہ دوسروں کے نوکروں سے ہرگز نہیں ہوتا اور یہی فطری تقاضا ہے کہ اپنے ماتحت کو چھوڑ کر دوسرونکے ماتحت کو ترجیح نہیں دیجاتی ہے ۔